حضرت مولانا عبدالحق چوہان رحمتہ اللہ علیہ

میری دلی خواہش تھی کہ میں اپنی اولاد کو وصیت کروں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ میرے استاد محترم حضرت مولانا عبدالحق سے پڑھایا جائے لیکن ہائے افسوس اور صد افسوس کہ میری یہ تمنا پوری نہ ہوئی اور آج میں ناکارہ آوارہ اپنے استاد محترم مولانا عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے چند واقعات ٹوٹے پھوٹے حروف اور ربط و بے ربط جملوں کے ساتھ لکھ رہا ہوں

مادرچہ　خیالیم　وفلک　درچہ　خیال

کارے　کہ　خدا کرد فلک　راچہ　مجال

آپکی پیدائش ۱۹۳۵ میں ضلع رحیم یار خاں کے علمی اعتبار سے مایہ ناز قصبہ بستی مولویان میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام حافظ غلام مصطفیٰ عرف حافظ لعل شہباز تھا۔ آپ نے اپنی بستی کی مشہور و معروف قدیمی درس گاہ مدرسہ عربیہ شمس العلوم میں حافظ محمد مٹھا صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ کے والد ماجد نے آپکو سندھ کی معروف درگاہ بھرچونڈی شریف کے پیر صاحب کے ہاتھ میں دے دیا وہاں آپ نے ابتدائی کتب فارسی مولانا عبدالرحمن صاحب پتافی کے ہاں پڑھیں۔ بعد ازاں آپ اپنے حقیقی ماموں مولانا عزیزاللہ صاحب کے ہاں ملتان چلے گئے۔ وہاں مدرسہ نعمانیہ محلہ قدیر آباد میں داخلہ لے کر اپنے ماموں صاحب کے ہاں ابتدائی عربی کتب شروع کیں اور موقوف علیہ تک آپ اپنے ماموں صاحب کے ہاں پڑھتے رہے اسی دوران آپ اپنے ماموں کے ہمراہ مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی سندھ میں بھی پڑھنے گئے۔ دورۂ حدیث کرنے سے قبل غالباً ۱۹۵۹ء میں مدرسہ قمر العلوم تاج گڑھ میں تدریس کا کام سنبھالا۔ جب آپ مدرسہ ہذا میں تشریف لے گئے تو وہاں کے ایک حاجی عبدالجبار نامی شخص نے آپکا امتحان لینا چاہا اور کاغذ پر لکھ بھیجا کہ "وضورادروضو کردہ وضوکن" اس کا معنیٰ بتایئے آپ نے اس جملے پر اعراب لگائے کہ "وَضُورا درِ وُضُو کردہ وُضو کن" یعنی پانی کو کوزہ میں ڈال کر وضو کیجئے۔ بعد ازاں وہ حاجی صاحب آپکی قابلیت کا معترف ہوئے اور آپکی مجلس میں اٹھتے بیٹھتے تھے۔ آپ نے تین سال اس مدرسہ میں پوری لگن اور محنت سے پڑھایا۔ آپکو فارسی پر بڑا ادراک تھا۔ دور دور سے طالب علم آپ سے فارسی پڑھنے کے لیے آتے آپ طلباء کی ہر طرح سے تربیت کرتے آپ نے طلباء میں بیت بازی کا ایک ذوق پیدا کیا اور ہر شب جمعہ کو طلباء کی بیت بازی کا مقابلہ اپنی موجودگی میں کراتے۔ ہر طالب علم پر لازم تھا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد پابندی سے تلاوت قرآن مجید کرے۔ اس کا اہتمام بھی خود فرماتے۔

اس کے بعد ۱۹۶۲ میں آپ نے جامعتہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں دورہ حدیث پڑھا اور مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں شمار ہوئے۔ مولانا بنوری رحمتہ اللہ علیہ نے آپکو اپنے مدرسہ

میں تدریس کے لیے فرمایا آپ نے ان سے کہا کہ میں اپنے والد بزرگوار سے اجازت لونگا جیسے انہوں نے فرمایا اس پر عمل کرونگا۔ لیکن آپکو والد ماجد نے اجازت نہ دی اور آپ نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے معذرت کر لی۔

۱۹۶۳ء میں مدرسہ شمس العلوم بستی مولویان میں تدریس کا کام شروع کیا لیکن کچھ عرصہ بعد مہتمم مدرسہ سے اختلاف ہو گیا تو مدرسہ سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے ہی ڈیرہ پر تعلیم کا کام جاری رکھا۔ بعد ازاں ۱۹۶۵ء میں مسجد قادری سے ملحق جامعہ حقانیہ کے نام سے مدرسہ کی نبیاد رکھی اور مستقل کام شروع کر دیا۔ آپکی قابلیت اور محنت ولگن کی وجہ سے طلبا کا رحجان زیادہ آپ کی طرف تھا۔ آپ نے عرصہ چار سال یعنی ۱۹۶۷ء تک اپنے مدرسہ کو بڑی خوش اسلوبی سے چلایا۔ اسی دوران مولانا محمد عیسٰی صاحب کے بھی مدرسہ شمس العلوم بستی مولویان کے مہتمم سے اختلاف ہو گئے اور انہوں نے بھی علیحدہ اپنا مدرسہ کنزالعلوم قائم کر لیا۔ اس طرح اب اس بستی میں تین مدرسے کھل چکے تھے مولانا محمد عیسٰی صاحب، مولانا عبدالحق صاحب کے پاس آئے کہ کیوں نہ ہم مل کر اکٹھے کام کریں تو استاد محترم نے جامعہ حقانیہ کو مدرسہ کنزالعلوم میں ضم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ۱۹۶۷ میں مدرسہ کنزالعلوم میں منتقل ہو گئے اور علم کے پروانے یوں ہی اس شمع کے گرد جمع ہوتے رہے۔ مولوی قمرالدین صاحب مرحوم، مولانا صالح محمد مرحوم اور مولانا عبدالحق کی کوشش سے حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ بستی مولویان تشریف لائے اور بستی سے باہر، کے۔ایل۔پی روڈ پر ہزاروں معتقدین کے ہمراہ آپکا والہانہ استقبال کیا اور نعروں کی گونج کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کو بستی میں لائے۔ حضرت شاہ صاحب سے علمی گفتگو کی مجلس احرار اسلام کے منشور ودستور پر بھی بات ہوئی۔ بعد ازاں آپ نے اپنے بزرگوں کی معیت میں جماعتی کام کو تیز کیا۔ جماعت کی ممبر سازی کرائی اور اپنے شاگردوں وعزیزوں کے ہمراہ مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے۔ حضرات شاہ صاحبان ودیگر خطیبان احرار کے مدرسہ کنزالعلوم میں جلسے کرائے۔ بستی مولویان کے قریب فتح پور پنجابیاں میں ایک زبردست کانفرنس کرائی جس کی تگ ودو میں مولوی قمرالدین صاحب کے ہمراہ رات دن کوشش کر کے اس کانفرنس کو کامیاب کرایا اور حضرت مولانا سید عطاالمحسن شاہ صاحب بخاری کا تاریخی خطاب ہوا۔ آپ کی کوششوں سے بستی مولویان میں مجلس احرار اسلام کا دفتر کھلا اور حضرت جانشین امیر شریعت قائد احرار مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دفتر کا افتتاح کیا۔ آپ نے سپاسنامہ تیار کیا اور حافظ کرم اللہ صاحب جو کہ اس وقت مجلس احرار اسلام بستی مولویان کے ناظم نشریات تھے نے پیش کیا۔ ۱۹۷۱ء میں آپ مدرسہ کنزالعلوم کو چھوڑ کر اپنے رقبہ کی دیکھ بھال میں لگ گئے اور گھر پر ہی رہنے لگے۔ مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی سندھ کے مہتمم صاحب کو جب معلوم ہوا کہ آپ گھر پر فارغ ہیں تو وہ اپنے قدیمی تعلق کی بناء پر مولانا عزیز اللہ صاحب کے ہاں آئے اور ان سے کہلوا کر مولانا عبدالحق کو گھوٹکی لے گئے۔ آپ ۷۳، ۱۹۷۲ء تک مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی میں پڑھاتے رہے۔ حضرت شاہ صاحب اور مجلس احرار اسلام سے محبت انتہا درجہ کی تھی۔ بنا بریں جہاں بھی گئے اپنے احراری ہونے کا تعارف کرایا اس لئے آپ نے گھوٹکی میں قیام کے دوران بھی کوششیں کر کے جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب کرایا اور جماعت کو متعارف کرایا۔ ۱۹۷۴ء میں آپ واپس گھر تشریف لائے اور زمینداری کی طرف توجہ دینے لگے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک میں آپ نے گرفتاری پیش کی اور گرفتار ہو کر مجاہدین ختم نبوت واسیران ختم نبوت کی صف میں شامل ہوئے۔ آپ بالکل خاموش طبیعت اور سادگی کا مجسمہ تھے۔ دوران قید ایک جمعہ کے موقع پر بعض

مولوی نما واعظین نے طے کیا کہ جیل میں جمعہ شروع کیا جائے اور یوں اپنے وعظ اور تقریر کے فن کا مظاہرہ کریں۔ آپ یہ سب کچھ سنتے رہے جب دیکھا کہ یہ حضرات اب پروگرام کو آخری شکل دے چکے ہیں تو آپ نے ان سے سوال کیا کہ کیا قیدی پر جمعہ فرض ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے تاویلیں کرنا شروع کیں تو آپ نے انہیں کہا کہ بس! مجھے اس بات کا ہی جواب دیا جائے۔ تو وہ حضرات لاجواب ہوگئے اور پھر نماز ظہر ہی ادا کی گئی۔ حافظ محمد اکبر صاحب جو اس وقت احرار میں شامل تھے انہوں نے رحیم یار خان شہر میں جماعت کے تعاون سے مدرسہ بنایا تھا جس میں اب تک قرآن مجید اور اردو تعلیم کا اجرا تھا اب حضرت شاہ صاحب کے فرمان پر طے ہوا کہ مدرسہ میں درجہ کتب عربی کا اجرا بھی کیا جائے اور اس کے لئے انتخاب مولانا عبدالحق صاحب کا ہوا حضرت مولانا سید عطاالمحسن شاہ صاحب بخاری اور حافظ محمد اکبر، مولانا کی خدمت میں آئے اور آپکو اس دینی وجماعتی ادارہ میں تشریف لے جانے پر آمادہ کیا۔ آپ نے ۸۳،۱۹۸۲ دو سال کا عرصہ مدرسہ فاروقیہ رحیم یار خاں میں پڑھایا لیکن بعض وجوہ پر آخر سال میں گھر آگئے لیکن تشنہ علوم جو کہ ہر وقت آپ سے فیض حاصل کر رہے تھے چین سے کہاں بیٹھنے دیتے اسی اثنائیں مولوی خلیل احمد صاحب اسلام پوری آئے جو کہ کافی عرصہ سے استاد محترم کو اپنے مدرسہ مدینتہ العلوم، اسلام پور، علاقہ جن پور لے جانے پر مصر تھے آخر منت سماجت کر کے استاد محترم کو لے گئے آپ ۸۵،۱۹۸۴ء تک اس مدرسہ میں رہے لیکن یہ مدرسہ چونکہ دور دراز پسماندہ علاقہ میں تھا اور وہاں طلباء کے قیام وطعام کے انتظام میں دشواری تھی اس لئے آپ نے جواب دیدیا اور پھر گھر پر رہنے لگے۔ ایک سال کا عرصہ آپ گھر پر رہے لیکن اس دوران بھی کوئی تشنہ علم آجاتا تو اس علم کے حوض سے سیراب ہو کر جاتا۔ آپ وقتاً فوقتاً مختلف موضوعات پر مضامین بھی تحریر فرمایا کرتے۔ ایک دفعہ کسی نے حرکت کی اور اخبارات میں لکھا کہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ کے مرزا قادیانی سے اچھے تعلقات تھے اور خواجہ صاحب مرزا قادیانی کو اچھا سمجھتے تھے تو اس پر مولانا نے ایک مضمون بعنوان "کیا خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ مرزائی تھے تحریر کیا جو" روزنامہ امروز ملتان میں چھپا۔ بعد میں آپ نے "الاحرار" میں بھی شائع کرایا اور پھر ایک مستقل کتابچہ شائع کرا کر تقسیم کرایا۔ لیکن پھر کسی نے جرات نہ کی کہ جواب دیتا۔ آپ وقتاً فوقتاً روزنامہ سیادت بہاول پور، پندرہ روزہ حقیقت بہاول پور، نقیب ختم نبوت ملتان اور الاحرار لاہور میں مضمون لکھا کرتے۔ آپ کے مضامین اکثر مقام صحابہ، عظمتِ صحابہ اور دفاع صحابہ کے عنوان سے ہوا کرتے تھے۔

شہید صدر ضیاء الحق نے ایک مرتبہ پاکستان کی دینی جماعتوں سے اسلامی دستوری خاکہ طلب کیا تھا جو ایک سوالنامہ کی صورت میں مختلف علماء کو بھجوایا گیا۔ حضرت مولانا عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ نے مجلس احرار اسلام کی طرف سے مختصر اور بنیادی اسلامی دستوری خاکہ مرتب کر کے ارسال کیا جو بعد میں مکتبہ احرار اسلام کی طرف سے حضرت ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے علیحدہ بھی شائع کیا۔

ایک دفعہ ہمارے علاقہ کے ایک مشتاق احمد نامی شخص نے اخبار میں لکھا کہ قصبہ رانجھے خاں میں ایک صحابیٔ رسول ﷺ "خمیر بن ربیع" کا مزار ہے۔ تو آپ نے تحقیق کر کے اس کا جواب لکھا کہ اس نام کا کوئی صحابی نہیں تھا اس کا جواب لکھنے سے قبل آپ وہاں اس مزار پر تحقیق کرنے کیلئے بھی تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ یہ مزار پہلے "بجر پیر" کے نام سے منسوب تھی یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ شخص کون تھا۔ بہر حال آپ جو بات

فرماتے پہلے پوری تحقیق کر لیتے بعد میں قلم اٹھاتے۔

"فرنگی سیاست کے برگ و بار" کے عنوان سے آپ نے ایک کتابچہ شائع کیا تھا اس کے علاوہ اور بھی کئی مقالے آپ نے لکھے۔ماڑی اللہ بچایا نزد خان پور کے مدرسہ احیاء العلوم کے مہتمم آپکو اپنے مدرسہ میں تدریس کیلئے لے گئے آپ نے ۸۸، ۱۹۸۷ء دو سال وہاں رہ کر علم کے پروانوں کو فیض یاب کیا گھوٹکی کے نزدیک آپ کے ایک دوست مولوی سلطان احمد صاحب آپکو اپنے مدرسہ مراد گوٹھ نزد گھوٹکی سندھ لے گئے وہاں پر آپ ۱۹۸۹ء ایک سال رہے۔ پھر آپ گھر آ گئے اور زندگی کے بقیہ ایام گھر رہنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ لیکن علم کے پروانے ہر وقت متلاشی تھے۔ اور آخر سید نذیر احمد شاہ صاحب بخاری جو کہ ہمارے علاقہ کے قصبہ راجن پور ڈھراں کے مقیم ہیں انہوں نے فیصل آباد میں جامعہ فاروق اعظم کی بنیاد رکھ دی تھی اور آپکو ایک جید عالم کی ضرورت تھی ان کی نظر انتخاب آپ پر پڑی لیکن مولانا وہاں جانے کیلئے رضامند نہ تھے آخر انہوں نے مولانا کے لاڈلے شاگرد مولانا عبدالواحد سبحانی اور میرے برادر صغیر حافظ عبدالرحیم نیاز اور ایک دو اور ساتھی لیکر حضرت کی منت سماجت کی آخر کار مولانا سبحانی صاحب مرحوم نے مولانا عبدالحق کو آمادہ کر ہی لیا اور آپ ۱۹۹۱ء سے جامعہ فاروق اعظم جھنگ روڈ فیصل آباد میں بحیثیت شیخ الحدیث و صدر مدرس کے اس فریضہ کو نبھار ہے تھے۔ آپ پچھلے سال ۱۹۹۶ء کو مہتمم صاحب سے معذرت کر کے گھر آ گئے تھے کہ آپکو عرصہ سے شوگر کی مہلک مرض لاحق ہو چکی تھی جس کی بناء پر نظر پر خاصا اثر تھا۔ ایک آنکھ کا پہلے اپریشن کرا چکے تھے دوسری آنکھ کا اب اپریشن ہونے والا تھا۔ آپ نے مولانا سید نذیر احمد شاہ صاحب کو کہا کہ میں آئندہ سال تدریس کیلئے نہ آؤنگا۔ گھر تشریف لائے اور رمضان المبارک سے دس روز قبل اپنے گھر پر مسجد کی تعمیر کا کام شروع کرایا اور دس روز میں ہی مسجد مکمل کرا کر اپنے بڑے بیٹے حافظ عطاء الرحمن کو کہا کہ چل بیٹا تراویح میں قرآن مجید سنا۔ سارا رمضان المبارک آپ اہتمام کے ساتھ اپنے بیٹے کی منزل سنتے رہے۔ رمضان المبارک کے بعد سید نذیر احمد شاہ صاحب پھر تشریف لائے اور حضرت کی پھر منت کی تو آپ خاموش ہو گئے، بچوں نے کہا اباجی یہ کیا ہوا آپ پھر جانے کو تیار ہو گئے ہیں تو بچوں کو کہا کہ بیٹا مجھے زیب نہیں دیتا کہ سید کی ذات پسری منت کرے اور میں انکار کروں۔

اکتوبر ۱۹۹۵ء میں آپ کو مجلس احرار اسلام کا مرکزی امیر منتخب کر لیا گیا تھا مگر ۱۹۹۶ء میں بوجوہ اس منصب سے مستعفی ہو گے۔ شوگر کی وجہ سے نظر پر کافی اثر تھا۔ اس لئے آنکھ کا آپریشن کرانا چاہتے تھے۔ عیدالاضحیٰ کے بعد آپ صادق آباد ڈاکٹر کے ہاں آپریشن کی غرض سے گئے اس نے شوگر چیک کی تو شوگر کا زور تھا اس لئے آپریشن نہ ہو سکا۔ دوائی لیکر آ گئے اور پابندی سے کھائی۔ کچھ دنوں بعد پھر شوگر چیک کرائی تو اب کنٹرول میں تھی۔ اب آپریشن ہو سکتا تھا آپ نے بجائے صادق آباد میں آپریشن کرانے کے بہاول پور کا ارادہ کر لیا۔ بہاول پور ایک ذاتی دوست سے بذریعہ فون رابطہ قائم کیا اور ڈاکٹر سے وقت طے کر لیا۔ آپ مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۹۷ء کو گھر سے بہاول پور کیلئے روانہ ہوئے۔ تین بجے وہاں اپنے دوست کے گھر پہنچے۔ شام کو ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا ڈاکٹر نے سات بجے ہسپتال میں آنے کا کہا آپ نے مغرب کی نماز کی امامت خود کرائی اور عشاء کی نماز آپ نے امریکن ہسپتال میں جا کر کمرے میں ادا کی۔ ساڑھے دس بجے آپکو آپریشن کیلئے لے جایا گیا۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ آپریشن بالکل ٹھیک ہوا آنکھ پر پٹی باندھی جا رہی تھی کہ آپکو پیشاب کا تقاضا ہوا جو کہ شدت سے تھا آپکو پیشاب کرایا گیا پیشاب سے فارغ ہو

کر آپ جب باہر آئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے۔ ڈاکٹر نے سر پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا۔ آپ نے جب ہاتھ نیچے کئے تو آپ کے ہاتھ بے حس معلوم ہونے لگے ڈاکٹر نے فوراً نبض چیک کی تو نبض ڈھیلی پڑ چکی تھی۔ آپکو لٹایا گیا اور دل کے ڈاکٹر کو فوراً بلایا گیا وہ بھاگا آیا لیکن۔۔۔۔۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپکا جسد خاکی آپکے گھر لایا گیا تو علاقہ بھر میں آپکی موت کی خبر آناً فاناً پھیل گئی آپکے خاندان کے افراد کے علاوہ شاگردان و علاقے کے لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ لیکن اب سب کچھ بے سود تھا۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری کو ملتان اطلاع دی گئی۔ باقی سندھ و پنجاب میں جہاں جہاں آپ کے شاگرد و متعلقین تھے اطلاع دیدی گئی مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۹۷ء بروز منگل شام پانچ بجے آپکا جنازہ کے حضرت سید محمد کفیل بخاری (نواسہ امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ) نے پڑھایا۔ حضرت شاہ صاحب نے سسکیاں بھرتے ہوئے مولانا کے احرار کے ساتھ تعلق پر گفتگو کی اور آنسو بہا کر آپکا جنازہ پڑھایا۔ شاہ صاحب نے شرکاء نمازِ جنازہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا عبدالحق رحمتہ اللہ کے ایک خلیق ملنسار اور وفادار انسان تھے۔ ایک جید عالم دین جو خود بھی دین پر عامل تھا۔ ہم سے جدا ہو گیا۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ فدائے احرار تھے۔ وہ ۱۹۵۸ء میں قیام ملتان کے دوران حضرت امیر شریعت کی آخری تقریر سن کر متاثر ہوئے اور احرار کو اپنے دل میں سما لیا۔ آج ۱۹۹۷ء ہے اور مولانا کی میت پر احرار کا پرچم موجود ہے۔

آپکا جنازہ مجلس احرار اسلام کے پرچم کے ساتھ اپنے آبائی قبرستان کی طرف رواں دواں ہوا جنازہ میں ضلع بھر سے مجلس احرار اسلام کے کارکن شریک ہوئے۔ سندھ سے بھی مولانا کے شاگرد دوڑے دوڑے آئے اور اپنے استاد کا آخری دیدار کیا۔ سندھ کی معروف درگاہ ہالیجی شریف کے سجادہ نشین میاں عبدالصمد صاحب بھی جنازہ میں شریک ہوئے۔

تقریباً ساڑھے چھ بجے آپکو احرار رضاکاروں نے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔ ادھر سورج غروب ہو رہا تھا ادھر علم کا سورج قبر میں اتارا جا رہا تھا۔ عجیب سماں تھا ہر آنکھ اشکبار تھی لیکن قانونِ خداوندی کے آگے کون کیا کر سکتا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے شفیق و مربی استاد کو شاگردوں نے قبر میں اتارا۔ آسمان کی طرف منہ کر کے حسرت بھری نگاہ کی اور دعاؤں کے ساتھ آپکو سلا دیا گیا۔ سید محمد کفیل بخاری اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے دعا کرائی۔

ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے ہنگامے
کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

آپ کے تین فرزند ہیں۔ حافظ عطاء الرحمن اور انیس الرحمن، خالد محمود۔ دوسرے اور تیسرے روز آپ کے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی ہوتی رہی آپ کے عزیز و اقارب و شاگردوں نے قرآن خوانی کر کے آپکو دعائیں پہنچائیں۔

مجلس احرار اسلام بستی مولویان کا ایک تعزیتی اجلاس ہوا جس میں قرآن خوانی کر کے مولانا عبدالحق کو ایصال ثواب کیا۔ آخر میں سرائیکی کے دو شعر عرض ہیں جو کہ میرے آنسوؤں کی ترجمانی کریں گے۔

میڈی موت دی خبر کوں پڑھدیں ہوئیں، ہنجوں وہیسیں کر اخبار اتے
جگ ڈیکھ تے پچھسی کیا تھی گئی جیلے گھاری پئی رخسار اتے
تیکوں ڈیکھ تے ڈندوں ہے ویسن جیلے آیوں قبر تیار اتے
کڈھ دھاڑ تے شوکت آکھیں دل، میں آنوناں ہا بیمار اتے